پروفیسر محمد اسلم
استاذ شعبۂ تاریخ، جامعہ پنجاب

عورت کے حکمران بننے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں

حضورؐ کے مشہور قول مبارک کی وضاحت، تاریخ کی روشنی میں

جس دن سے بحالی جمہوریت کی خاطر انتخابی مہم کا آغاز ہوا ہے اسی دن سے بعض مفتیوں نے اخبارات میں اس طرح کے فتوے شائع کرنا شروع کر دیئے ہیں جس میں عورت کے سربراہ مملکت بننے کو شرعاً ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح کا ایک فتویٰ لاہور کے ایک انگریزی روزنامے میں ۱۵ ر نومبر کو مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا فداء الرحمٰن درخواستی، مفتی احمد الرحمٰن، مولانا عبدالرؤف اور مولانا عبدالرحمٰن سلفی کے دستخطوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس فتویٰ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ قوم کیونکر فلاح پا سکتی ہے جس کی سربراہ ایک عورت ہو۔ پرسوں جناب محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا ایک بیان اخبارات میں چھپا ہے، جس میں انھوں نے فرمایا ہے کہ اگرچہ عورت کی سربراہی جائز نہیں، لیکن نظریہ ضرورت کے تحت پاکستان پیپلز پارٹی کی سربراہ محترمہ بے نظیر بھٹو کو اقتدار منتقل کیا جا سکتا ہے۔

اس ضمن میں میری پہلی گزارش یہ ہے کہ قرن اول میں حکومت کی طرف سے مفتی مقرر کئے جاتے تھے جو لوگوں کو درپیش مسائل کے بارے میں قرآن و سنت کی روشنی میں فتوے صادر کیا کرتے تھے اس زمانے میں ہر کس و ناکس کو فتویٰ صادر کرنے کا اختیار نہ تھا ورنہ شرعی مسائل بازیچۂ اطفال بن کر رہ جاتے۔ سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں چند عالم صحابہ کے علاوہ اور کسی کو فتویٰ دینے یا حدیث بیان کرنے کی ممانعت

تھی۔ ہمارے ہاں وفاقی شرعی عدالت، اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقات اسلامی موجود ہیں اور ان اداروں کی موجودگی میں کسی فرد واحد یا خود ساختہ مفتی کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔ البتہ اگر یہ ادارے چاہیں تو مفتیوں سے مشورہ طلب کرسکتے ہیں۔

کراچی کے جن مفتیوں نے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا سہارا لیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ ایران میں خسرو پرویز کے اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد انارکی پھیل گئی شیرویہ چھ ماہ حکومت کرنے کے بعد زہر خورانی سے ہلاک ہوا۔ اس کے بعد اُردشیر سوم، شہرباز اور خسرو سوم یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے۔ دو سال کے عرصے میں چار حکمران ہوئے لیکن وہ کاروبار حکومت چلانے میں ناکام رہے۔ ان حالات میں امرائے دربار نے پوران دخت نامی ایک خاتون کو ۶۲۹ء میں تخت پر بٹھادیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوران دخت کی تخت نشینی کی خبر سماعت فرمائی تو آپؐ نے وہ الفاظ ارشاد فرمائے جن کا ہمارے مفتیوں نے اپنے فتوے میں ذکر کیا ہے میری ناقص رائے میں ان مفتیوں کو حدیث مبارکہ کا مفہوم سمجھنے میں سہو ہوا ہے۔

اس حدیث کا جائزہ لینے سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس کا اطلاق صرف ایران کی ملکہ پوران دخت پر ہوتا ہے اور اسے بوجوہ قاعدہ کلیہ نہیں بنایا جاسکتا کیونکہ درایت مفتیوں کے فتویٰ کی تائید اور تصویب نہیں کرتی۔

تاریخ اس پر شاہد ہے کہ روس کی ملکہ کیتھرائن کے عہد حکومت میں ملک نے جس انداز اور رفتار سے ترقی کی ہے اس کی مثال بالشویکی انقلاب برپا ہونے سے پہلے روس کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کے عہد حکومت میں روسی قوم، اقوام عالم میں متعارف ہوئی اور کیتھرائن کے سنہری دور میں عوام نے جو خوشحالی اور فارغ البالی دیکھی وہ ہمارے مفتیوں کی تصدیق نہیں کرتی۔

دور کیوں جائیں، ملکہ وکٹوریہ کے عہد حکومت میں برطانیہ نے جو ترقی کی اور جس رفتار سے انگریزوں کی سلطنت وسیع ہوئی اس کی مثال برطانیہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ وکٹوریہ کے عہد میں ہی بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، برما، مصر، سوڈان اور افریقہ کے بیشتر ممالک انگریزوں کے زیرنگیں ہوئے یہ وہی زمانہ ہے جس میں برطانوی حکومت میں سورج نہیں چھپتا تھا، تاریخ میں وکٹوریہ کا عہد حکومت ایک افسانوی حیثیت اختیار کرچکا ہے اسے "وکٹورین ایرا" کا نام دیا جاتا ہے۔ وکٹوریہ کے عہد حکومت

میں ارزانی، آرام و سکون اور خوشحالی کا دور دورہ تھا اور یہ بات مفتیوں کے وضع کردہ قاعدہ کلیہ اور ان کے صادر کردہ فتوے کی تائید و توثیق نہیں کرتی بلکہ الٹا حدیث کی صحت ہی کو مشکوک بنا دیتی ہے

ملکہ وکٹوریہ سے پہلے ملکہ ایلزبتھ اول کے عہد میں کلیسائے انگلستان کا قیام عمل میں آیا۔ جس نے حکومت کو آئے دن کے رومن کیتھولکس اور پروٹسٹنٹوں کے جھگڑوں سے نجات دلائی، اسی ملکہ کے عہد میں برطانوی بحری بیڑے کو تباہ کر کے دنیا بھر کے سمندروں پر اپنی برتری قائم کر لی، اور یہی واقعہ برطانوی سلطنت کی توسیع کا نقطۂ آغاز بنا۔ ملکہ ایلزبتھ کے عہد ہی میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام عمل میں آیا، جس نے ایشیاء کے بہت سے ملک فتح کر کے برطانوی سلطنت میں شامل کر لئے کاش ہمارے مفتی فتویٰ صادر کرنے سے پہلے تاریخ عالم پر ایک نظر ڈال کر اس حدیث مبارکہ کی حقیقت کو سمجھ لیتے۔

ہمارے ہی زمانے میں ہالینڈ میں طویل عرصے تک ملکہ ولہلمینا کی حکومت رہی، ہالینڈ کے علاوہ ڈچ گیانا، انڈونیشیا اور ڈچوں کے متعدد مقبوضات اس کے زیر نگیں رہتے۔ اس کے عہد میں ہالینڈ کے عوام بڑے سکھ اور چین سے زندگی بسر کر رہے تھے اور ملک میں دولت کی ریل پیل تھی۔ ولہلمینا عالم پیری میں تخت و تاج سے دستبردار ہو کر گوشہ نشین ہو گئی اور اس کی جگہ ملکہ جولیانہ سریر آرائے سلطنت ہوئی اور ربع صدی سے زائد حکومت کرنے کے بعد اس نے بھی اپنی عظیم والدہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہالینڈ کا تخت اپنی بیٹی بیٹرکس کے حوالے کر دیا اور تین خواتین کے ماتحت ہالینڈ کی خوشحالی اور ترقی ہمارے مفتیوں کے فتوے کی تصدیق نہیں کرتی۔

جون آف آرک نے فرانس کی مسلح افواج کی قیادت کر کے اپنے ملک کا کھویا ہوا وقار بحال کیا۔ اس کی وفات کے صدیوں بعد پوپ نے اسے "ولیۂ کاملہ" قرار دیا۔ اب وہ سینٹ جون آف آرک کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔ فرانس کی تاریخ میں جو کارنامہ جون آف آرک انجام دے گئی اسے کوئی مرد انجام نہ دے سکا۔

آج ملکہ ایلزبتھ ثانی، انگلستان، کنیڈا، آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی حکمران اعلیٰ ہیں ان ملکوں کے علاوہ صدہا جزیرے ان کے زیر نگیں ہیں۔ وہ برٹش کامن ویلتھ کی سرپرست اعلیٰ ہیں اس پر لطف یہ کہ ان کی وزیر اعظم بھی ایک خاتون مسز مارگریٹ تھیچر ہیں، جو اپنی سمجھ بوجھ اور سیاسی تدبر کی بناء پر

پورے عالم میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ مسز مارگریٹ تھیچر سے زیادہ طویل عرصہ تک کوئی وزیراعظم بشمول ڈزرائیلی، گلیڈسٹون اور ونسٹن چرچل اس منصب جلیلہ پر فائز نہیں رہا۔ اور سنئے شمالی آئرلینڈ برطانیہ کے قبضہ میں ہے اور جنوبی آئرلینڈ آزاد ہے۔ جہاں ایک مرد صدارت کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہے۔ یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ شمالی آئرلینڈ کے باشندے، جو ملکہ برطانیہ کی رعایا ہیں، جنوبی آئرلینڈ کے باشندوں سے زیادہ خوشحال ہیں۔ ہم نسل ہونے کے باوجود وہ کسی بھی قیمت پر جمہوریہ آئرلینڈ کے ساتھ شامل ہونا نہیں چاہتے ملکہ برطانیہ کے ماتحت شمالی آئرلینڈ کے باشندوں کی خوشحالی اور فلاح و بہبود ہمارے مفتیوں کی رائے کی تائید نہیں کرتی برطانیہ کی ملکہ این کے عہد میں سر ونسٹن چرچل کے جدامجد ڈیوک آف مارلبرا نے بلینہم کی جنگ میں برطانیہ کی فوجی قوت کا لوہا پورے یورپ سے منوایا۔ بلینہم کی جنگ میں کامیابی برطانیہ کے لئے جہاں خوشی و مسرت کا پیغام لائی وہاں کامرانی اور خوشحالی کی بھی نوید لائی۔ ان حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ عورت کی حکمرانی میں عوام فلاح نہیں پا سکتے؟

لکسمبرگ یورپ کا ایک چھوٹا سا خوشحال اور پر امن ملک ہے اور یورپ کی مشترکہ منڈی کا صدر بھی وہیں ہے وہاں ایک ڈچس نے ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ تک بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت کی اور پھر وہ دل ہلمینا کی طرح پیرانہ سالی کی بنا پر تخت و تاج سے دستبردار ہوگئی اس کے عہد حکومت میں لکسمبرگ کی خوشحالی اور امن و امان یورپ میں ضرب المثل تھا۔ لکسمبرگ کی تاریخ ہمارے مفتیوں کے فتوی پر صاد نہیں کرتی۔

خود ہمارے ملک میں رضیہ سلطانہ حکومت کر چکی ہے رضیہ کے بیس بھائیوں کی موجودگی میں اس کا درویش صفت باپ سلطان شمس الدین التمش یہ کہا کرتا تھا کہ اس کے بیٹے نکمے اور نااہل ہیں اور اس کی بیٹی نظم مملکت چلانے کی پوری طرح سے اہل ہے۔

مفتی حضرات یہ بات ذہن میں رکھیں کہ التمش کے عہد حکومت میں ترکستان اور وسط ایشیا میں چنگیز خان کا عروج ہو چکا تھا اور خوارزم شاہ کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے اٹک تک پہنچ گیا تھا اس کے خوف سے وسط ایشیاء اور افغانستان کے سینکڑوں کی تعداد میں علماء کرام نے

التمش کے دربار میں پناہ لی تھی ان کی موجودگی میں رضیہ سلطانہ تخت نشین ہوئی اور ان علماء کرام میں سے کسی نے بھی اس کے تخت نشین ہونے کی شرعی بنا پر مخالفت نہیں کی۔ قاضی منہاج سراج جوزجانی نے طبقات ناصری کے عنوان سے اس عہد کی تاریخ مرتب کی ہے۔ رضیہ کے ہمعصر بزرگوں کے ملفوظات کے کئی مجموعے ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان میں رضیہ کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں ملتا۔ یہ ساتویں صدی ہجری کا نصف اول تھا اور ظاہر ہے کہ اس عہد کے علمائے کرام ہمارے عصر کے علماء کرام سے زیادہ عالم و فاضل تھے کیا رضیہ کی تخت نشینی کے وقت اس عہد کے علماء کرام آنحضرتؐ کی اس حدیث مبارکہ سے بے خبر تھے؟ یا وہ اس کا وہی مفہوم لے رہے تھے کہ اس کا اطلاق صرف پوران دخت پر ہوتا ہے اور یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں یہ بھی یاد رہے کہ رضیہ مردانہ لباس زیب تن کرکے اور ہتھیار سجاکر دربار لگایا کرتی تھی اور سلطان علاء الدین خلجی کا جانشین مبارک شاہ زنانہ لباس پہن کر اور زنخہ بن کر دربار میں آیا کرتا تھا کیا رضیہ جیسی مردانہ صفات کی حامل خاتون کی بجائے اس زنخے کو حکمران مان لیا جائے؟ ہمارے مفتی تو ظاہر ہے کہ اس مردک کے حق میں فتویٰ دیں گے۔

کراچی کے جن مفتیوں کا فتویٰ ۱۵ر نومبر کو شائع ہوا ان کے سرخیل مولانا محمد یوسف لدھیانوی مشربا چشتی صابری ہیں ان کا سلسلہ بیعت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے توسط سے بابا فرید گنج شکرؒ سے جا ملتا ہے۔ میں ان کی خدمت میں بابا فریدؒ کا ایک قول پیش کرتا ہوں، جو پروفیسر خلیق احمد احمد نظامی کے "سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات" میں نقل کیا ہے (یہاں یہ بھی یاد رہے کہ نظامی صاحب باباصاحبؒ کی اولاد میں سے ہیں اور انھوں نے ان کی سوانح حیات پر انگریزی زبان میں ایک بلند پایہ کتاب لکھی ہے) باباصاحب کے چھ بیٹے تھے اور ان میں سے موصوف کسی کو بھی اپنی جانشینی کے لائق نہیں سمجھتے تھے باباصاحبؒ اکثر کہا کرتے تھے کہ ان کا بس چلے تو اپنے فرزندوں کو نظر انداز کرکے اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنا جانشین مقرر کریں۔

فوائد الفواد، حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس سرہ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جو ان کے ایک عالم مرید امیر حسن علاء سجزی نے مرتب کیا تھا۔ اس میں مرقوم ہے کہ ایک روز حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے سلطانہ رضیہ کی تخت نشینی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا "جب جنگل سے شیر نکلتا ہے تو لوگ نر و مادہ کی تمیز کئے بغیر اپنی جانیں بچانے کی فکر کرتے ہیں۔

عورت ہو یا مرد اس سے کیا فرق پڑتا ہے اصل چیز تقویٰ ہے" مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے اپنی مشہور تصنیف فقہائے دیوبند میں حضرت نظام الدین اولیاء کا شمار اس عہد کے نامور فقہاء میں کیا ہے۔ ان کے حافظ حدیث ہونے کا ثبوت سلطان غیاث الدین تغلق کے دربار میں منعقد ہونے والے محضر سے مل جاتا ہے کیا بابا فرید گنج شکرؒ اور حضرت نظام الدین اولیاء اس حدیث سے بے خبر تھے، جس سے عہد حاضر کے مفتی باخبر ہیں ؟

سلطانہ رضیہ کی مملوک عہد میں مصر میں شجرۃ الدر نامی ایک ملکہ حکومت کر چکی ہے۔ کیا مصر کے اس زمانے کے علماء اس مشہور حدیث سے بے خبر تھے جس سے ہمارے مفتی استدلال کرتے ہیں ؟

اور سنئے ! بھوپال میں قدسیہ بیگم، شاہجہاں بیگم، سکندر جہاں بیگم اور سلطان جہاں بیگم حکومت کر چکی ہیں۔ شاہجہاں بیگم ملکہ وکٹوریہ کی ہم عصر تھیں اور ان کا عہد "وکٹورین عہد" کی طرح بھوپال کی تاریخ کا سب سے تابناک دور سمجھا جاتا ہے۔ بیگم صاحبہ کے شوہر نامدار نواب صدیق حسن خان قنوجی کا شمار اس عہد کے چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے۔ اہل حدیث انھیں اس عہد کا سب سے بڑا عالم مانتے ہیں موصوف ۲۲۲ کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی علم دوستی کی وجہ سے اس زمانے میں برعظیم کے صدہا علماء و فضلاء بھوپال چلے آئے تھے۔

> نواب صاحب یا ان کے ہم عصریں سے کبھی کسی نے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ شاہجہاں بیگم عورت ہونے کی وجہ بھوپال کی حکمراں نہیں ہو سکتیں۔ تعجب ہے کہ ۱۵ نومبر کو شائع ہونے والے فتویٰ پر دستخط کرنے والوں میں مولانا عبدالرحمٰن سلفی بھی ہیں جو مسلکاً اہل حدیث ہیں کیا جناب محترم نواب صدیق حسن خان مرحوم کا عورت کے سربراہ مملکت نہ بننے کے بارے میں کوئی فتویٰ مجھے دکھا سکتے ہیں ؟

نواب شاہجہاں بیگم کے انتقال کے بعد نواب سلطان جہاں بیگم بھوپال کے تخت پر بیٹھیں۔ یہی وہ نیک بخت خاتون ہیں جنھوں نے سیرۃ النبیؐ کی تصنیف زمانے میں علامہ شبلی نعمانی کا وظیفہ مقرر کر کے انھیں فکر معاش سے بے نیاز کر دیا اور سیرۃ النبیؐ کی طباعت کے جملہ مصارف بھی برداشت کئے کیا شاہجہاں بیگم اور سلطان جہاں کی رعایا کی حالت ناگفتہ بہ تھی ؟

مسلمانانِ برعظیم پاک و ہند کو آج بھی چاند بی بی کی ذات ستودہ صفات پر فخر ہے اس بہادر خاتون نے بڑی "بامردی" اور "مردانگی" کے ساتھ اکبرِاعظم کے نامور جرنیل عبدالرحیم خانخانان اور شہزادہ مراد کا مقابلہ کر کے انھیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ جب اکبر نے دوبارہ احمد نگر پر چڑھائی کی تو وہاں کے درباری امراء کو بھاری رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے باوجود چاند بی بی آخری دم تک مغلیہ فوج کا مقابلہ کرتی رہی۔ کیا ہمارے مفتی یہ کہنا پسند کریں گے کہ چاند بی بی کے بجائے اس کے کسی غدار درباری کو ہی تخت پر بیٹھانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ وہ عورت ہونے کی وجہ سے کاروبارِ حکومت چلانے کے قابل نہ تھی ؟

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کا ذکر کرتے ہوئے جب کبھی جھانسی کی رانی لکشمی بائی کا ذکر آتا ہے تو اس غیر مسلم خاتون کی بہادری اور سرفروشی کے سامنے کلمہ گو مسلمانوں کے سر بھی احتراماً خم ہو جاتے ہیں حالانکہ عورت ہونے کے ناطے وہ اس سلوک کی مستحق نہیں ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔

صدر ایوب خان کے مقابلے پر جب پاکستان کے تمام "مرد رہنما" منقار زیر پر ہو گئے تو انہوں نے مادرِ ملت محترمہ فاطمہ جناح کو عہدہ صدارت کے لئے نامزد کیا۔

اس وقت نابغۂ عصر حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے ارشاد فرمایا تھا کہ ایوب خان میں اس علاوہ اور کوئی خوبی نہیں کہ وہ مرد ہے اور فاطمہ جناح میں اس کے علاوہ اور کوئی نقص نہیں کہ وہ عورت ہے۔

مولانا مودودی صاحب مرحوم سمیت جماعت اسلامی کے تمام دانشوروں نے اور اس عہد کے اکثر و بیشتر علماء نے عورت کے سربراہ بننے کے حق میں فتویٰ صادر کیا تھا کیا اب جماعت اسلامی میں مولانا مودودیؒ سے بھی بڑے عالم پیدا ہو گئے ہیں ؟ اسی طرح اس زمانے میں اہلِ حدیث، دیوبندیوں اور بریلویوں میں جتنے بڑے عالم موجود تھے، ان کے ہم پلہ عالم آج موجود نہیں ہیں۔ کیا اب ان تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے اپنے اکابر سے رجوع کر لیا ہے۔ آخر انہیں بھی تو یہ حدیث یاد ہو گی جس سے آج مفتی استدلال کر رہے ہیں۔

پاکستان کے آئین کی رُو سے عورت کے اسمبلی کی رکن منتخب ہونے میں کوئی پابندی نہیں بلکہ ان کے لئے مزید بیس نشستیں مختص ہیں بیگم رعنا لیاقت علی خان گورنری کے منصب جلیلہ پر فائز رہ

چکی ہیں۔ بیگم رعنا اور شہزادی عابدہ سفیر کے فرائض انجام دے چکی ہیں۔ جب عورتیں وفاقی حکومت میں وزیر بن سکتی ہیں تو ان کے وزیر اعظم یا صدرِ مملکت بننے میں کون سا امر مانع ہے؟

مولانا اشرف علی تھانوی نے عورت کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ جس میں انھوں نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے زمانے میں سربراہ مملکت پارلیمنٹ اور کابینہ کے مشورے سے کام چلاتا ہے اور مختلف امور پر مشورہ لینے کے لئے مشیر مقرر کرلیتا ہے اس لئے اگر کوئی عورت منصب جلیلہ پر فائز ہو جائے تو اسے مشورہ دینے والے بہت ہوں گے اور وہ کاروبار حکومت کما حقہ چلا لے گی۔ لہٰذا کسی عورت کے سربراہ مملکت بننے میں کوئی قباحت نہیں۔

مفتیانِ کرام اسلامی عہد میں دس صدیوں تک علماء اور سیاسی مفکرین خلیفہ کے لئے قریشی ہونا لازمی شرط قرار دیتے رہے اور ایک حدیث جس کے راوی افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبرؓ ہیں، استدلال کرتے رہے، لیکن جب سلطان سلیم عثمانی نے ترک ہونے کے باوجود خلیفہ ہونے کا اعلان کیا تو دنیائے اسلام کے کسی مفتی اعظم یا شیخ الاسلام نے اس کے غیر قریشی ہونے پر اعتراض نہیں کیا اور ترکی کے عثمانی خلفاء چار صدیوں تک خلافت کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ کیا ترکوں کی خلافت ناجائز تھی؟ ہمارے مفتی تو حدیث سے استدلال کرکے غیر قانونی ہی ثابت کریں گے۔ حالانکہ آج بھی بہت سے خطباء جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں عثمانی خلیفہ کو ظل اللہ علی الارض مان کر اس کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ انہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ ظل اللہ علی الارض کو مصطفیٰ کمال اتاترک نے ۱۹۲۴ء کو چلتا کیا تھا۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، محدث جلیل مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد رشید، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن، مدرسہ عالیہ کلکتہ کے پرنسپل اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبہ دینیات کے سربراہ تھے۔

انھوں نے "صدیق اکبرؓ" کے عنوان سے ایک بلند پایہ کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربی زبان میں بھی ابھی تک اس موضوع پر ایسی کتاب نہ لکھی گئی۔ "صدیق اکبرؓ" میں خلیفہ کے لئے قریشی ہونے کی شرط پر بحث کرتے ہوئے انھوں نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونے کی شرط وقتی تھی۔ اس لئے یہ قاعدہ کلیہ نہیں بن سکتی۔ عہد عباسی میں جب قریش میں ایسے خلفاء پیدا ہونے لگے جو نظم مملکت چلانے سے قاصر تھے تو علماء نے اس حدیث پر غور کرنے کے بعد فرمایا کہ قریشی

کی بجائے قریشی جیسی صفات کے حامل غیر قریشی کو بھی خلافت کا مستحق قرار دیا جائے۔ اسی انداز پر عورت کی حکمرانی والی حدیث کا بھی جائزہ لینا ہوگا اس حدیث کے راوی بھی ثقہ ہیں اور میں منکر حدیث نہیں ہوں بلکہ سُنی حنفی دیوبندی ہوں، لیکن اس کا مفہوم وہی ہوگا جو میں نے لیا ہے کہ ان کا اطلاق پوران دخت پر ہوتا ہے اور کسی عورت پر نہیں۔

آیئے اس حدیث پر دوسرے طریقے سے بحث کریں، آنحضرتؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس قوم کی فلاح کیونکر ہو سکتی ہے، جس کی سربراہ عورت ہو۔ یہ فرمان رسالت انشاء ہے یا خبر۔ اگر۔ انشا ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ حضورؐ حکم دے رہے ہیں کہ عورت کو حکمران نہ بنایا جائے کیونکہ یہ کسی قوم کے مفاد اور فلاح کے خلاف ہے تو پھر ان تاریخی حقائق کو کیسے جھٹلائیں گے کہ عورتوں کی حکمرانی کے زمانے میں بہت سی قوموں کا بھلا ہوا۔ اگر یہ خبر ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اطلاع دے رہے ہیں کہ عورتیں نااہل ثابت ہوں گی تو ظاہر ہے کہ خبر صادق نہیں ہے اس لئے اس حدیث کا اطلاق صرف پوران دخت پر کرنا ہوگا ورنہ حدیث کی صحت مشکوک ہو جائے گی۔

یہ بحث سمیٹنے سے پہلے میں موجودہ زمانے کی چند خواتین کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ آنجہانی اندرا گاندھی کے زمانے میں بھارت ایٹمی طاقت بنا اور مسز گاندھی غیر جانبدار ممالک کی تنظیم کی سربراہ بنی۔ اس کی سیاسی چالوں نے پاکستان کے سیاست دانوں کو مات دے کر پاکستان کو دولخت کر دیا۔ بھارتی حکومت نے اسے بھارت کے سب سے بڑے سول اعزاز "بھارت رتنا" سے نوازا۔ کیا اب بھی کسی کو اعتراض ہے کہ عورت کسی ملک کی سربراہ نہیں بن سکتی؟ مسز گاندھی کے زمانے میں بھارت میں جو ترقی ہوئی ہے، وہ ہمارے مفتیوں کے فتوٰی پر صاد نہیں کرتی۔

سری لنکا کی باگ دوڑ کئی سالوں تک مسز بندرانائیکے کے ہاتھوں میں رہی اس کے عہد میں سری لنکا میں خوشحالی اور امن و امان کا دور دورہ تھا اور عالمی سطح پر مسز بندرانائیکے کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جس روز سیاسی اقتدار ان کے ہاتھوں سے نکل کر مردوں کے ہاتھ میں منتقل ہوا اسی روز سری لنکا کا امن و امان قصۂ پارینہ بن کر رہ گیا۔ گویا ان کا وجود ملک کی سلامتی اور امن و امان کی ضمانت تھا۔

جناب من! گولڈا میئر اسرائیل کی وزیر اعظم تھی۔ اس کے عہد میں اسرائیل نے ہر میدان میں ترقی

کی اور اس نے عورت ہونے کے باوجود عرب کے جواں مرد حکمرانوں کو لوہے کے چنے چبانے پر مجبور کر دیا۔ درجنوں عرب ممالک مل کر بھی اس کا بال بیکا نہ کر سکے کیا اس کے عہد میں یہودیوں کا بھلا نہ ہوا؟

مفتیوں کے فتوے کے باوجود صدر مملکت جناب غلام اسحٰق خان کا یہ بیان بڑا دانشمندانہ ہے کہ انتقال اقتدار آئین کے مطابق ہوگا اور قومی اسمبلی میں اکثریت ثابت کرنے والی سیاسی جماعت کے سربراہ کو وزیر اعظم نامزد کریں گے۔

مجھے ایک سیدھے سادے سے شخص نے کہا:

باراں ورھیاں پچھوں مائی دا ڈبا بیڑا تریا اسے پر ایہہ مولوی اوہنوں تر دیاں
ہویاں نئیں ویکھ سکدے۔

یعنی بارہ سال بعد مائی کی ڈوبی ہوئی کشتی سطح دریا پر ابھری ہے لیکن یہ مولوی اسے تیرتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔

میری ان معروضات کی روشنی میں مفتیٔ اعظم پاکستان مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور ان کے ساتھی حدیث نبویؐ کا صحیح مفہوم سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غیروں کی نظروں میں امین و صادق تھے۔ میں تو حضرت خزیمہ بن ثابتؓ کی طرح ان کے قول و فعل کو بلا کسی حجت و دلیل کے تسلیم کرتا ہوں۔ مخبر صادقؐ کی دی ہوئی خبر کسی طرح بھی غلط نہیں ہو سکتی۔ آپؐ کا روئے سخن صرف اور صرف پوران دخت کی طرف تھا اور اگر اسے قاعدہ کلیہ بنا دیا جائے تو پھر تاریخی شواہد اس کی تائید و تصویب نہیں کرتے اور الٹا حدیث کی صحت کو مشکوک بنا دیں گے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک ضروری وضاحت یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے ڈاکٹر اسرار احمد سے عورت کی سربراہی کو ناجائز کہنا منسوب کیا اور بالکل درست کیا، کیونکہ اخبارات میں انؒ کا خطبہ یوں ہی رپورٹ ہوا تھا تاہم تنظیم اسلامی سے استفسار پر معلوم ہوا کہ غلطی اخبارات کی بھی نہیں، ان صاحب کی ہے جنھوں نے "پریس ریلیز" تیار کیا۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کی تقریر کے "آڈیو ٹیپ" خطبہ کے فوراً بعد سینکڑوں کی تعداد میں "ماسٹر کاپی" سے جوں کے توں تیار کر کے ملک طول و عرض میں روانہ کئے جاتے ہیں اور اس بار انھیں تقریر کے اگلے ہی دن یعنی ہفتے کو موضوع کی اہمیت کے پیش نظر خصوصی اہتمام سے ملک کے

بقیہ صفحہ ۱۷ پر دیکھیں